توضیح

روایات

دربیانِ

توکل

از

فاضل العصر اسعد العلماء حضرت ابو سعید سید محمود صاحب تشریف اللہیؒ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

توضیح روایات دربیانِ توکل:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ 2 الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ۝ 3 أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ 4 (سورۃ الانفال۔2۔4)

ترجمہ:- بے شک ایمان والے وہی لوگ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر کیا جائے تو اُن کے قلوب ڈر جاتے ہیں۔ اور جب اُن پر اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو وہ آیات اُن مومنین کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ مومنین اپنے رب پر توکل کرتے ہیں ۔ وہ لوگ نماز قایم رکھتے ہیں اور ہم جو کچھ رزق اُن کو عطا کریں خرچ کرتے ہیں۔یہی سب سچے مومنین ہیں جن کے ل ئے اُن کے رب کے پاس مرتبے ہیں۔ بخشش ہے اور رزقِ کریم ہے۔

توکل کو مومن کی صفات میں شمار کیا ہے اور کمالِ ایمان کی توضیح کے ل ئے "هُمُ الْمُؤْمِنُونَ" فرمایا ہے۔توکل کے بھی مدارج ہیں جن کا تعلق راست ایمان کے مدارج سے ہے۔جیسے جیسے معرفتِ توحید و ایمان کے مراتب میں ترقی ہوتی جائے گی ویسے ہی نورِ یقین میں اضافہ ہوتا جائے گا۔اور یہی توکل کے مدارج کے ارتقاء کی علت ہے اور ہر مومن کو اس کے درجۂ ایمان کے مطابق توکل کا درجہ حاصل ہو گا۔اِسی ل ئے اللہ تعالیٰ نے "لَّهُمْ دَرَجَاتٌ عِندَ رَبِّهِمْ" فرمایا ہے۔نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝ (سورۃ اٰل عمران۔159)

ترجمہ:- جب تو عزم کرلے تو اللہ پر توکل کر۔کیونکہ اللہ متوکلوں کو پسند کرتا ہے۔

نیز فرمایا ہے:-

وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ۝ (سورۃ المآئدۃ۔23)

ترجمہ:- اللہ پر بھروسہ کرو اگر تم مومنین ہو۔

اور بہت سی آیات ہیں جن سے توکل کی اہمیت اور تاکید ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب توکل کو ایمان کی شرط قرار دیا ہے تو پھر توکل فرض ہو جاتا ہے۔ خواہ یہ کتنا ہی کم درجہ کا ہو۔ کیوں کہ جن احکام پر حصولِ ایمان موقوف ہو اُن احکام کی تعمیل بالضرور فرض ہو گی۔ اِسی لیے حضرت مہدی علیہ السلام نے بحکم خدائے تعالیٰ ہر مومن کے لیے توکل فرض فرمایا ہے۔

اس کے علاوہ رزق کے بارے میں بھی اللہ تعالیٰ نے بارہا واضح فرمایا کہ وہی رزاقِ حقیقی ہے چند آیات یہ ہیں:-

اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّۃِ الْمَتِیْنُ ﴿﴾ (سورۃ الذّٰریٰت۔58)

ترجمہ:- بے شک اللہ ہی رزاق ہے مضبوط و مستحکم قوت والا ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔۔ الخ (سورۃ ھود۔6)

ترجمہ:- دنیا میں کوئی جاندار ایسا نہیں جس کا رزق اللہ پر نہ ہو۔

جس طرح اپنے خالق ہونے کی صفت کو اہمیت سے بیان فرمایا ہے اِسی طرح اپنے رازق ہونے کا بھی قوی یقین مومنین کے قلوب میں پیدا کرنے کی اس نے کوشش کی اور یہی حقیقت بھی ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون ☆☆ کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب

کون لایا کھینچ کر پچھم سے بادِ سازگار ☆☆ خاک یہ کس کی ہے؟ کس کا ہے یہ نورِ آفتاب

کس نے بھر دی موتیوں سے خوشۂ گندم کی جیب ☆☆ موسموں کو کس نے سکھلائی ہے خوئے انقلاب

(اقبال)

غرض اللہ تعالیٰ ہی رازقِ حقیقی ہے اسی کی ذات پر توکل فرض ہے۔ جس کی تعمیل حسبِ قوتِ ایمان و نورِ یقین کی جاسکتی ہے۔ اسباب و تدبیر اختیار کر کے اللہ پر توکل کرنا ابتدائی درجہ ہے۔ عشق و محبت اور ذکر و فکر میں ترقی سے توکل کے مدارج میں بھی ترقی ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ اسباب پر سے نظر اٹھ کر صرف مسبب سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ توکل کا انتہائی مرتبہ یہ ہے کہ اپنے تمام ذاتی کاروبار کو خدا پر سونپ دے، راضی برضا اور بے اختیار ہو جائے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو حکم دیا تھا کہ:-

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاتَّخِذْہُ وَکِیْلًا ﴿﴾ (سورۃ المزمل۔9)

ترجمہ:- اللہ مشرق و مغرب کا پروردگار ہے اس کے سوائے کوئی اِلٰہ نہیں پس تو اِسی کو وکیل بنالے۔

آنحضرت ﷺ کی سیرتِ طیبہ کی روایات شاہد ہیں کہ آپؐ نے خدائے تعالیٰ کی عبادت و ریاضت اور تبلیغِ دین کے لئے اپنے کو وقف فرمادیا تھا۔ تجارت ، زراعت ، ملازمت وغیرہ کسبِ معیشت سے متعلقہ اُمور میں آپؐ کے اوقات صرف نہ ہوتے تھے۔ آپؐ کے خاص صحابہؓ واصحابِ صفہؓ نے بھی آپؐ کے اس اسوۂ حسنہ کی پیروی کی ہے اور اولیاء وصالحین کرامؒ کا طریقہ بھی یہی رہا ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے بھی خدا کے حکم سے توکل کو فرض قرار دیا اور اس کے اعلیٰ مدارج تک رہبری فرمائی۔

ہمت ہو اگر تو ڈھونڈ وہ فقر ☆☆ جس فقر کی اصل ہے حجازی

اس فقر سے آدمی میں پیدا ☆☆ اللہ کی شانِ بے نیازی

روشن اس سے خرد کی آنکھیں ☆☆ بے سرمۂ بو علی ورازی

مومن کی اِسی میں ہے امیری ☆☆ اللہ سے مانگ یہ فقیری

(اقبال)

توکل کے باب میں حضرت مہدی علیہ السلام نے حلال اور حلال طیب کا جو نازک فرق دِکھایا ہے وہ روایت (73) میں ملاحظہ ہو کہ آپؑ نے فرمایا "بندہ کو اختیار و کوشش سے شرع کے موافق جو کچھ حاصل ہوتا ہے وہ حلال ہے۔ لیکن حلال طیب نہیں۔ حلال طیب تو وہ ہے کہ بے اختیار پہنچ جائے اور حلال پر محاسبہ ہے ، حلال طیب پر محاسبہ نہیں ہے"۔

ما قال اللہ تعالیٰ:- كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِندَهَا رِزْقًا ۖ قَالَ يَا مَرْيَمُ أَنَّىٰ لَكِ هَٰذَا ۖ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِندِ اللَّهِ ۖ إِنَّ اللَّهَ يَرْزُقُ مَن يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ (سورۃ الِ عمران۔37)

ترجمہ:- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ جب کبھی زکریاؑ مریمؑ کے پاس کوٹھری میں داخل ہوتے وہاں رزق موجود پاتے۔ انھوں نے کہا اے مریمؑ یہ (رزق) تمہارے لئے کس طرح پہونچتا ہے ؟ (مریمؑ) نے جواب دیا یہ اللہ کے پاس سے (آتا) ہے بے شک اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے حساب رزق عطا فرماتا ہے۔ (سورۃ الِ عمران۔37)

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز حلال ہو اس کا حساب ہو گا اور جو حرام ہو اس پر عذاب ہو گا۔ اور جو طیب ہو وہ بے حساب ہے۔ (یعنی اس کے بارے میں پوچھ نہ ہو گی) روایت 73) اور روایت 74 ملاحظہ ہو کہ (ایک دفعہ ایک شخص) خدائے تعالیٰ (کے نام سے) کچھ بھیج دیا۔

صحابہؓ نے عرض کیا کہ یہ حلال طیب ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ حلال ہے حلال طیب نہیں کیوں کہ دو تین روز قبل اس کی خبر پہنچی تھی کہ وہ (شخص) بھیجنا چاہتا ہے۔۔۔۔۔الخ اور روایت (146) میں یہ توضیحی فقرہ بیان ہوا ہے کہ "شرطِ توکل بربغتۃً است" یعنی دفعتہً بے شان و گمان اچانک جو پہنچ جائے حلال طیب ہے اور توکل کا اعلیٰ مقام رکھتا ہے۔

آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حلال چیزیں محض امتحان کے لئے پیدا کی ہیں چنانچہ فرماتا ہے:-

اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝7 وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝8 (سورۃ الکھف 7-8)

ترجمہ:- روئے زمین میں جو کچھ ہے اس کو ہم نے زینت کے لئے بنایا ہے تاکہ اس کے ذریعہ لوگوں کو جانچیں کہ کون ان میں اچھا عمل کرنے والا ہے۔ اور ہم اس کو (مٹا کے چٹیل میدان بنادینے والے ہیں)

اِسی لئے حلال کو بے حساب نہیں سمجھا جا سکتا اس کی پوچھ برابر ہوگی۔

فان حلالھا حساب و حرامھا عذاب (فردوس دیلمی حرف الف ماخوذ از کحل الجواہر)

یعنی دنیا کا حلال حصہ قابلِ حساب ہے اور حرام حصہ موجبِ عذاب ہے۔

روایت ہے کہ "حضرت عمرؓ کو ایک روز تشنگی ہوئی تو آپؓ کے لئے شہد اور ٹھنڈا پانی پیش کیا گیا۔ آپؓ نے اس کو ہاتھ میں رکھ لیا اور نہیں پیا۔ فرمایا کہ مجھ سے اس کے حساب کو دور کردو۔ دنیا خواہ تھوڑی ہو یا بہت اور حلال و حرام سب کچھ ملعون ہے۔ سوائے اس کے جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں مدد دے کیونکہ اس قدر دنیا مذموم نہیں اس سے معلوم ہوا کہ تقویٰ و پرہیزگاری اور تزکیۂ نفس کے لئے توکل کی منزل میں مومن کو قلب کی تسکین ضروری ہے۔

وہی نگاہ کے ناخوب و خوب سے محروم ☆☆ وہی ہے دل کے حلال و حرام سے آگاہ

روایت (147) ملاحظہ ہو کہ حضرت بندگی میاں الہداد شاعر رضی اللہ عنہٗ نے ایک دن کچھ رقم حضرت مہدیٔ موعود علیہ السلام کی خدمت میں پیش کی۔ حضرتؑ نے فرمایا کہ یہ رقم اپنے پاس رکھو میاں الہدادؓ نے اس کو اپنے پاس امانتہً رکھا کچھ عرصہ بعد حضرت مہدی علیہ السلام نے اس رقم کو طلب فرمایا میاں الہدادؓ نے اسی وقت حاضر کردی اور حضرت مہدی علیہ السلام نے سویت کرادی میاں الہدادؓ نے کہا میں فقراء کی جماعت میں مردار خوار ہوں۔

حضرت بندگی الہدادؓ کے پاس جو رقم تھی سویت کے وقت اس رقم سے اُن کو بھی حصہ ملا۔ تو اس پر ان کو خیال گذرا کہ اس سے اُن کے توکل و تزکیہ نفس میں خلل ہوا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ سویت سے قبل اس رقم کے حسبِ عادت سویت کیے جانے اور اُن کو حصہ ملنے کا خیال گذرا ہو۔

اس لئے انتہائے احتیاطِ تقویٰ کی وجہ اُن کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "فقراء کی جماعت میں مرادار خوار ہوں" انصاف نامہ کی ایک روایت سے ایسے عمل کی تائید ہوتی ہے:-

میاں فرید مہاجرؓ سے روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص اپنے حجرہ میں ہو اور (کسی کے) نعلین کی آواز سن کر اس کے دل میں خیال پیدا ہو کہ کوئی فتوح لا رہا ہے تو یہ توکل کے خلاف ہے۔(انصاف نامہ باب 6) اس لحاظ سے حضرت بندگی میاں الہدادؓ کا عمل تعلیماتِ امامنا علیہ السلام کے عین مطابق ہو جاتا ہے۔ استاذی مولانا محمد سعادۃ اللہ خاں صاحب نے لفظِ "مردار خوار" کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا کہ ممکن ہے یہ سہوِ کتابت ہو۔ فی الاصل "مردِار خدار" ہو گا۔ یعنے مجھے فقراء کی جماعت میں یہ امتیاز حاصل ہوا ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے حساب و کتاب کی خدمت سے سرفراز کیا گیا ہوں۔ کیونکہ "ارخ" حساب و کتاب کو کہتے ہیں اور مردِار خدار کے معنے حساب و کتاب رکھنے والا آدمی۔ واللہ اعلم۔

ہے وہی تیرے زمانے کا امامِ برحق ☆☆ جو تجھے حاضر و موجود سے بے زار کرے

موت کے آئینے میں تجھکو دِکھا کر رخِ دوست ☆☆ زندگی تیرے لئے اور بھی دشوار کرے

دے کے احساسِ زیاں تیرا لہو گرما دے ☆☆ فقر کی شان چڑھا کر تجھے تلوار کرے

(اقبال)

غرض امامنا علیہ السلام نے حلال اور حلال طیب کا نکتہ جس انداز سے سمجھایا اور آپؑ کے متبعین نے اس پر جس درجہ عمل کیا وہ ذیل کی روایات سے واضح ہے۔ روایت (148) ملاحظہ ہو کہ شیخ صدر الدین سندھی رضی اللہ عنہ آدھی رات کو حجرہ میں ہاتھ بڑھا کر روٹیاں رکھدیتے تھے کہ کسی کو خبر تک نہ ہوتی تھی کہ کس نے رکھا ہے۔ یہ واقعہ دوراتیں پیش آیا۔ طالبانِ خدا نے حضرت مہدی علیہ السلام کی خدمت میں بحالت زاری فریاد کی کہ میرانجیؑ رہزنی ہو رہی ہے۔ حضرتؑ نے دریافت فرمایا کہ کیا ہو رہا ہے؟ عرض کرنے لگے کہ دوراتوں سے یہ واقعہ پیش آرہا ہے کہ کوئی شخص حجرہ میں اپنا ہاتھ دراز کر کے روٹیاں رکھ دیتا ہے معلوم نہیں ہوتا کہ کون شخص ہے۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ طالبانِ خدا کو ایذا مت دو! تاکہ دل غیر اللہ کی طرف مائل نہ ہونے پائے۔

فقر و فاقہ کے باوجود اس خفیہ امداد کا ضمیر پر شاق گزرنا اور زاری کی حالت میں شکایت کرنا اس بات کی بدیہی دلیل ہے کہ غیر اللہ پر نظر نہ رکھنا، حلال طیب کی جو شرط ہے اس کی حفاظت کی طاقت بدرجہ اتم ان میں موجود تھی۔

تعلیمِ توکل میں سوال سے بچنے کی بہت زیادہ اہمیت پائی جاتی ہے۔ ترکِ دنیا کی بحث میں "یَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ" (سورۃ البقرہ۔273) آئیہ شریفہ کی توضیح کے تحت اس کا بیان کیا جا چکا ہے حالتِ اضطرار میں جب کہ حرام کو حلال قرار دیا جا سکتا ہے اس وقت بھی امامنا علیہ السلام نے مومن کے شعور کو بیدار رکھنے کی سعی فرمائی ہے چنانچہ ایک روایت یہ بھی ہے کہ:-

بازفرمودند اگر متوکل باضطرار رسد بایں اشیائے مردار بخورد فاما سوال نکند (شواہد الولایت باب 33)

ترجمہ :- حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ متوکل اضطرار کی کیفیت میں ہو جائے تو مردار کھائے لیکن سوال نہ کرے۔

سفر خراسان کا اس چودھویں صدی ہجری کے سہولت بخش زمانہ میں جن لوگوں کو موقع و تجربہ حاصل ہوا ہو بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں کہ ساڑھے چار سو سال قبل کے زمانہ میں کس قدر کٹھن سفر ہوگا۔اس پر مزید کیفیت یہ کہ بے زادِراحلہ سفر، کوئی سازوسامان نہیں۔ فقروفاقہ کی حالت میں اُن خطرناک مقامات کا سفر تنہا نہیں، جماعتِ کثیر مع اہل وعیال ساتھ ہے۔ درخت کے پتوں پر اکثر گذارہ ہو رہا ہے لیکن سفر برابر جاری ہے۔ ہمراہیوں کی عالی ہمت کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ حضرت میاں یوسف رضی اللہ عنہ' جن کے پیر میں زخم آگ ئے تھے راستہ میں ایک مقام پر زخم صاف کرنے کے ل ئے بیٹھ گ ئے۔ قافلہ گزر رہا تھا جب امام علیہ السلام اُن کے قریب سے گزرے تو سوال کیا کہ میر انجیؑ!"مہدی ءِموعودؑ" کی جماعت پر نہایت سخت و کٹھن وقت جو آنے والا ہے وہ کب آئے گا ؟

آپؑ نے فرمایا وہ یہی وقت ہے اللہ کے فضل سے تمہاراظرف بڑاہے اس ل ئے تم کو معلوم نہیں ہو رہا ہے۔"

نیز ایک روایت یہ بھی ہے کہ سفر خراسان میں ایک مقام پر ایک اونچے ٹیلے پر آپؑ چڑھ گ ئے ۔ پیچھے سے آپؑ کی جماعت جو چلی آ رہی تھی اس کو ملاحظہ فرمانے لگے جن میں عورتیں، بچے، ضعیف، مریض سب ہی شامل تھے۔ آپؑ پر ایک کیفیت طاری ہوگئی۔اس وقت آپؑ نے بارگاہِ رب العزت سے التجاء کی کہ:-

اۓ اللہ ! تو حاضر و ناظر ہے۔ علیم و خبیر ہے ۔ بندے کے اور ان لوگوں کے حال سے بخوبی آ گاہ ہے کہ اس بندہ نے ان لوگوں کی کوئی محبوب چیز اپنے قبضہ میں نہیں رکھ لی ہے۔ اور نہ ان کو زرودولت دلانے کا وعدہ کیا ہے کہ جس کی وجہ یہ لوگ اس قدر مشقت پر مجبور ہوئے ہوں اگر ان کا مجھ پر کوئی حق ہے تو یہ کہ میں ان کو تیرے عشق و محبت اور تیری معرفت کا راستہ دکھا سکتا ہوں۔ اِسی وقت فرمانِ ایزادی ہوا کہ " اۓ سید محمدؑ! میں نے اس جماعت کے سب چھوٹے بڑوں کے گناہ بخش دی ئے ہیں ۔ تو اُن کو ایمان کی بشارت دے۔" پھر آپؑ نے سب کو اس فضلِ ایزادی پر آ گاہ کیا اور ایمان کی بشارت عطا فرمائی۔

غرض دعوئ موکدکے بعد کے طویل اور انتہادرجہ سخت آزمایش ایزدی کے زمانے میں بارہا اضطرار کی صورت پیش آئی۔ کئی نفوسِ مطہرہ نے فاقہ سے جامِ شہادت نوش کیا۔ لیکن اس وقت سوال کی اجازت دینے کا کوئی واقعہ کتبِ نقلیات میں نہیں پایا جاتا۔ آپؑ نے صرف سوال ہی کو توکل کے منفی نہیں قرار دیا بلکہ صورتِ سوال سے بھی صریح طور پر منع فرمایا ہے۔ چنانچہ نقلیات کی فہرست میں بیانِ توکل کے تحت جو روایات ہیں اُن میں اِسی نکتہ کا پہلو شامل پایا جاتا ہے۔ اور توکل کی حسبِ ذیل خصوصیات کا علم ہوتا ہے۔

(1) ایک ہی شخص کی بار بار لائی ہوئی فتوح پر تعین کا حکم لگایا گیا اور لینے سے انکار کیا گیا ملاحظہ ہو روایت (135) (2)۔دائرے میں فتوح جو روانہ کی جاتی اس میں بعض فقراء کے لئے تعداد اگر مخصوص کر دی گئی ہو تو اس کو قبول نہ کیا گیا ملاحظہ ہو رویت (149)،(150)، (151)

(3)۔اہل دائرہ سے کوئی شخص کسی دولت مند کے گھر جائے اور وہ اس کو کچھ دے یا اس کے ذریعہ دائرہ کے لئے کچھ بھجوائے تو اس پر فتوح کا حکم عاید نہیں کیا گیا اور صاحبِ دائرہ کو قبول نہ کرنے کا حکم دیا گیا۔ملاحظہ ہو روایت (72)،(153)

(4)۔اگر کوئی دولت مند دائرے کے لئے فتوح یا عشر روانہ کرنے کی غرض سے دائرہ کے کسی فقیر کو لے جانے کی درخواست کرتا تو قبول نہ کی جاتی تھی اور فقراء کو جانے سے منع کیا جاتا تھا۔ ملاحظہ ہو روایات (152) تا (156)

(5)۔اگر کوئی صرف رشتہ قرابت کی وجہ کچھ دیتا اس میں للہی غرض شامل نہ ہوتی تو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ملاحظہ ہو روایت (157)

(6)۔کسی مہدوی تاجر سے اس نیت کیساتھ خریدنا کہ وہ رعایتہً کچھ زاید دے گا ممنوع تھا۔چنانچہ درئرے کے مہدویوں کے گھر سے بعض فقراء اسی نیت سے چھاچھ لائے تھے مع برتن پھینک دی گئی۔ ملاحظہ ہو روایت (78)

(7)۔فتوح کی توقع اور اس کا انتظار مانعِ توکل قرار دیا گیا۔ملاحظہ ہو روایت (71)

(8)۔جو اللہ دے اس کو خرچ کرے جمع رکھنے کی کوشش نہ کی جائے ۔ ملاحظہ ہو روایت (136) جب کہ بی بی الہدادی رضی اللہ عنہا وفات پائیں تو اُن کی دامنی سے سونے کا ایک تنکہ نکلا۔حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ گرم کرکے اُن کی پیشانی پر داغ دو۔ پیغمبر ﷺ نے ایسا ہی کیا ہے۔جب یہ خبر مشہور ہوئی تو میاں سید سلام اللہ رضی اللہ عنہ ُجو کہ قبر کی تیاری کر رہے تھے سن کر جلد آگئے اور قسمیہ کہنے لگے کہ یہ تنکہ بی بیؓ کا نہیں ہے بلکہ بی بی فاطمہؓ کا ہے۔ فرمایا کہ جس کسی کا ہو اس کے حوالہ کردو۔۔۔الخ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝34 يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هَٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ۝35 (سورۃ التوبۃ۔34-35)

ترجمہ:- جو لوگ سونے چاندی کے خزانے جمع کرتے ہیں اور اُن کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انھیں عذابِ الیم کی بشارت دو۔ جب کہ یہ (مال) جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا اور اس سے اُن جمع کرنے والوں کے پہلو اور پیشانیوں اور پشت پر داغ دی ئے جائیں گے۔ (اور یہ کہا جائے گا) یہ وہی ہے جو تم نے اپنی ذاتوں کے ل ئے جمع کر رکھا تھا۔ پس تم نے جو خزانے جمع ک ئے تھے اس کا مزہ چکھو۔

اس باب میں احادیث بھی ہیں چنانچہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:-

من ترک صفراء او بیضاء کوی بھا وتوفی رجل ترک فوجد فی میزرہ دینار فقال کیۃ توفی اٰخر فوجد فی میزرہ دینار ان متحال کینتان (تفسیر کبیر تحت آیتِ مذکورۃ الصدر)

ترجمہ:- جو شخص سونا چاندی چھوڑ کر مر جائے اس کو داغ دیا جائے گا۔ ایک شخص انتقال کر گیا اس کے جیب میں ایک دینار پایا گیا۔ آپؐ نے فرمایا ایک داغ ہے۔ دوسرے کا انتقال ہوا اس کے جیب میں دو دینار پائے گ ئے آپؐ نے فرمایا دو داغ ہیں۔

امامنا علیہ السلام نے توکل کے اعلیٰ ترین مرتبہ کی طرف رہبری فرمائی ہے جن مومنین کو لاہوتی مقام حاصل ہو وہ بغیر حلال طیب کے کسی اور طریقہ و تدبیر کے غذا کو اپنے پر حرام سمجھتے ہیں چنانچہ روایت ہے کہ "امامنا علیہ السلام سے کسی نے سوال کیا کہ اگر کوئی شخص فاقہ پر صبر نہ کر سکے تو کیا کرے۔ آپؑ نے فرمایا مر جائے پھر عرض کیا گیا اگر نہ کر سکے تو کیا کرے ۔ فرمایا مر جائے پھر عرض کیا گیا میراںجیؑ ! اگر بے چارہ صبر کرنے کی تاب و تواں نہ رکھتا ہو تو کیا

کرے فرمایا۔ مر جائے ، مر جائے ، مر جائے۔!! روایت(59)

یہ وہ اعلیٰ مرتبہ ہے جس پر پہنچنے کے بعد مومن مر جانا ہی قبول کرتا ہے۔ لیکن جیسا توکل کہ اس مقام کے مرتبہ کے لحاظ سے ہونا چاہی ئے اس میں فرق آنے نہیں دیتا۔

اے طائرِ لاہوتی اس رزق سے موت اچھی ☆☆ جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

(اقبال)

تعلیماتِ امامنا علیہ السلام میں جس طرح عالیت کے بلند ترین مراتب تک ارتقاء کی رہنمائی کی گئی ہے اِسی طرح رخصت کی حد رکھنے والے احکام بھی موجود ہیں۔ چنانچہ روایت ہے کہ:-

مہاجرینؓ کی مجلس میں میراں سید محمد مہدی علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی (فقیر) خدائے تعالیٰ پر توکل نہ کر سکے اور ہلاک ہونے کی نوبت آئے تو کیا کرے ؟ آپؑ نے فرمایا کہ "جائے اور ایک یا دو چیتل (ٹکے) کسب کر کے کھائے۔۔۔الخ

اور روایت(70) ملاحظہ ہو جو حضرت شاہِ دلاور رضی اللہ عنہٗ سے مروی ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا:- "اگر خدائے تعالیٰ تنگی کے وقت عرس کے ل ئے کچھ زیادہ بھیج دے تو اس سے اہلِ دائرے کے ل ئے دو تین وقت کا خرچ چلانا چاہی ئے کیونکہ یہی مستحقِ فتوح ہیں"۔۔الخ

آپؑ کے نواسے حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ سے منسوبہ احکامِ رخصت میں تیسرا حکم یہ ہے کہ:- "راسانیدۂ خدادو وقت کردہ بخورید۔"

اس سے ظاہر ہے کہ یہ حکم جو آپؓ نے جاری فرمایا اس کی گنجایش احکام حضرت مہدی علیہ السلام میں موجود تھی اور آپؓ نے جو فرمایا حکمِ مہدیؑ کے تحت فرمایا ہے۔

روایت(64) ملاحظہ ہو کہ حضرت سید خوندمیر رضی اللہ عنہٗ نے فرمایا کہ:-"اہلِ نفس فرمائش چاہتے ہیں اُن سے فرمائش نہ کرنی چاہی ئے پھر فرمایا کہ دو بیل اور بنڈی اِسی ل ئے رکھی گئی ہے کہ برادرانِ دائرہ کو ضرورت کے وقت سوال کرنے کی نوبت نہ آنے پائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ احکامِ رخصت میں بھی سوال کو جائز قرار دینے کی کوئی رعایت موجود نہیں ہے اور ہوتی کیسے جب کہ خصوصاً دعویِٰ موکد کے بعد حالتِ اضطرار میں بھی سوال کو جائز قرار دینے کی کوئی نظیر موجود نہیں۔ غرض قرآن میں فقیر کی صفتِ "تعفف" کا جو بیان موجود ہے اس کی اتباع کو فقیر کے ل ئے لازم گردانا گیا ہے۔

گرچہ باشی مور وہم نے بال وپر ☆☆ حاجتے پیشِ سلیمانے میر

(اقبال)

حضرت بندگی میاں سید محمود سید نجی خاتم المرشدینؓ کے عمل سے توکل کی ایک اور صورت کا علم ہوتا ہے وہ یہ کہ فقرائے دائرہ کاسبین کے گھر نہیں جاتے تھے اُن سے دعوت کی درخواست اس طرح کی جاتی تھی کہ وہ اپنی جگہ پر رہتے اور کھانا خدمت میں پہنچا دیا جاتا۔ فارغ ہونے کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ واپس کردیا جاتا تھا۔ اگر ایسی خصوصیت کے بغیر مطلقاً اللہ کے نام سے پیش کیا جاتا تو اس صورت میں حسبِ صوابدید استعمال کیا جاتا یا سویت کی جاتی تھی۔

چنانچہ روایت کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے دعوت کی درخواست کی تھی۔ کھانا تیار کرکے آپؓ کے مکان پر روانہ کیا۔ آپؓ کے بھتیجے میاں سید عبدالحیٔ دستر خوان پر کھانے کے ل ئے بیٹھ گ ئے اور آپؓ کی دختر آ جی بی بیؓ

پنکھا ہلانے بیٹھ گئیں۔ بی بیؓ پر غشی طاری ہوگئی۔ حضرت نے ہوش میں لانے کی کوشش فرمائی حرمِ محترم نے عرض کیا کہ ایک لقمہ اس بچی کے حلق سے کیوں نہیں اتار دیتے۔ تین دن سے اس پر فاقہ ہے۔ آپؓ نے فرمایا اگر اس کھانے کا لقمہ بچی کے حلق 1 میں ہوتا تو حلق سے نکال لیتا۔ اس کی عاقبت کی بھلائی چاہتا ہوں اس

1 دعوت کے کھانے کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ دعوتی کو صرف کھانے کی حد تک اختیار دیا جاتا ہے مالک نہیں بنایا جاتا اس ل ئے کوئی دعوتی، اس کھانے میں سے کسی کو خود اپنے اختیار سے دینے کا حق نہیں رکھتا۔ اسی ل ئے حضرتؑ نے دخترِ نیک کو نہیں دیا۔ اور بچا ہوا واپس فرمایا۔ اس سے یہ پہلو واضح ہو رہا ہے کہ غیر کی ملک کا بغیر اجازت استعمال کس درجہ ممنوع ہے اس احتیاط کی مثال وہ واقعہ بھی ہے کہ جب زکوٰۃ کے کھجور جمع ہوئے تھے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہٗ نے جو اس وقت کمسن تھے کھجور منھ میں ڈال لی تو حضرت رسولِ اکرم ﷺ نے دیکھ کر منھ میں سے وہ کھجور نکال لی تھی۔

اِسی طرح جب کہ حضرت مہدی علیہ السلام کے پاس اللہ تعالیٰ نے انگور بھجوائے تھے حضرت میاں حیدر مہاجرؓ نے ایک خوشہ حضرت میاں سید حمیدؓ (کمسن فرزند حضرت مہدی علیہ السلام) کے ہاتھ میں دے دیا۔ حضرتؑ نے فرمایا یہ فقیروں کا حق ہے انھیں کیوں دیا؟

عرض کیا میرانجی! معاف فرمادیجئے۔ فرمایا تمام فقیروں سے معافی چاہو۔ کہا جاتا ہے ایک دانہ جو میاں سید حمیدؓ نے منھ میں ڈال لیا تھا حضرتؑ نے اپنی انگشتِ مبارک سے اُن کے منھ سے نکال لیا۔ (روایت 141)

بچی کے فاقہ کی بدولت تمام اہلِ دائرہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ اور یہ بچی بھی اِسی وقت کھا سکے گی۔ اور جو کھانا کہ بچ گیا تھا واپس کروادیا۔ (تاریخ سلیمانی گلشن 6 چمن 3)

اس کے بعد صاحبِ تاریخِ سلیمانی نے لکھا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ دعوت کی درخواست صرف حضرت اور حضرت کے بھتیجے کی حد تک تھی پھر آپ وہ کھانا دوسروں کے ل ئے کیسے خرچ کرتے۔!! اس سے ظاہر

ہے کہ حضرت سید محمودؓ کا عمل عالیت کی کیسی سخت صبر آزما منزل کا حامل تھا۔ یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت سے کھایا کیسے گیا؟ جب کہ گھر والے اور دخترِ نیک پر فاقہ تھا! یہ اتباعِ سنت میں حائل نہ آسکا۔ اور یہ بات بھی

ظاہر ہو رہی ہے کہ آپؑ نے رخصت کے جو احکام نافذ فرمائے وہ آنے والے دور کے انسانوں کے لحاظ سے ہیں تاکہ ہر مومن اپنے درجاتِ ایمان کی حد میں فرامینِ مہدیؑ سے استفاضہ کرسکے اور صدقِ دل سے اس کا یہی عمل اس کی ترقیوں کا ذریعہ بن جائے۔ بتوفیق اللہ تعالیٰ دعونہ العمیم۔

احوال و مقامات پہ موقوف ہے سب کچھ ☆☆ ہر لحظہ ہے سالک کا زماں اور مکاں اور

(اقبال)

بعض روایات سے کاسبین کے گھر پر دعوت میں جانے کا حکم بھی پایا جاتا ہے لیکن یہ رخصت کی حد میں ہے عالیت تو یہ ہے کہ نہ جائیں چنانچہ روایت (124) ملاحظہ ہو کہ: حضرت میاں لاڑ شاہ رضی اللہ عنہٗ راوی ہیں کہ ملکِ خراسان میں حضرت مہدی علیہ السلام جامع مسجد سے واپس تشریف لا رہے تھے راستہ میں ایک خراسانی کا مکان تھا۔ اس نے بار بار عرض کیا کہ مہربانی فرمائیے قدمِ سعادت گھر میں لے چل ئے۔ آپؑ نے ہر بار یہی

جواب فرمایا کہ معاف کرو بہت کچھ منت سماجت کے بعد بعض صحابہؓ کو آپؑ نے اجازت دی کہ تم جاؤ۔ یہ حضرات گ ئے۔ حضرت میاں دلاور رضی اللہ عنہٗ نہیں گ ئے۔ حضرت میاں سید سلام اللہ رضی اللہ عنہٗ پر بارِ خاطر ہوا اور کہنے لگے کہ آپؓ کیوں نہیں آئے حضرت مہدی علیہ السلام کے حکم کی تعمیل سے آپؓ باز رہے ہیں۔ حضرت مہدی علیہ السلام نے اپنے حجرہ سے سر نکال کر فرمایا کہ جو لوگ گ ئے ہیں میری اجازت سے گ ئے اور جو لوگ نہیں گ ئے انھوں نے بہت اچھا کیا۔

حاصل یہ کہ تعلیماتِ حضرت مہدی علیہ السلام میں عالیت اور رخصت دونوں حدوں پر حاوی احکام موجود ہیں جو جس پر چاہے حسبِ استعداد و قوت عمل کرنے کی کوشش کرے۔ لیکن عزیمت کو اولیت حاصل ہے۔ روایت ہے کہ:-

بعضی کساں پیشِ حضرت میراں علیہ السلام عرض کردند کہ رخصت ہم دین است؟ بعدہ حضرت میراں علیہ السلام فرمودند کہ دین عزیمت است۔ اگر از عزیمت باز ماند بافتد تا در رخصت ماند و اگر از رخصت بافتد تا کجا در ماند۔

ترجمہ:- بعض لوگوں نے حضرت مہدی علیہ السلام سے عرض کیا کہ کیا رخصت بھی دین میں داخل ہے؟ آپؑ نے فرمایا دین تو عزیمت ہی ہے (جس پر عمل کی کوشش کرنی چاہی ئے کیونکہ) اگر (کسی وقت) عزیمت پر عمل سے باز رہے اور اتر آئے تو رخصت میں (قدم قائم) رہ سکے اگر (رخصت پر عمل کافی سمجھ لیا جائے اور (رخصت سے کسی وقت) اتر آئے تو (دین) میں ئے ٹھکانہ کہاں باقی رہ سکے گا؟

آپؑ کے بے شمار متبعین نے عالیت کے احکام پر عمل کر کے اس دنیا میں مثال قایم کر دی جس کی وجہ فقر و توکل زہد و تقویٰ کو مہدویوں کے شعار کی حیثیت سے جو شہرت ہوگئی تھی اس کا اندازہ اس روایت سے ہو سکتا ہے کہ:-"ایک شخص فتح خاں (رئیس و عہدہ دارِ وقت) کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ میں حضرت میاں سید محمودؓ (فرزندِ حضرت مہدی علیہ السلام) کے دائرے سے آیا ہوں (اور اپنے کو دائرہ کا فقیر ظاہر کرنے لگا) فتح خاں نے ملازمین کو حکم دیا کہ اس کو مارو اور خود بھی مارنے کے ل ئے دوڑے۔ ملازمین نے عرض کیا کہ یہ (دائرہ کا) فقیر ہے۔ فتح خاں نے کہا کہ دائرہ کے فقراء مجھے کتے کے برابر بھی شمار نہیں کرتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ پھر کوئی شخص دائرہ کے پاک لوگوں کے نام سے اس طرح جھوٹ کہنے نہ پائے۔ اس دائرہ کے فقراء میرے در پر ہرگز آنے والے نہیں ہیں۔ مجھے یقین ہے میں نے بارہا حاضری کا شرف حاصل کیا ہے اور دائرہ کے فقراء (کے حالات بچشمِ خود) دیکھے ہیں۔

(روایت 130) بلکہ فقراء کے ل ئے بھائی بیٹے وغیرہ قریبی قرابتداروں کی کمائی سے استفادہ بھی منافیِ توکل قرار دیا گیا

ہے۔ ملاحظہ ہو روایت (157) اور بعض روایات میں کاسبین کو بھی سخت تنبیہہ کی گئی ہے کہ فقراء کی خدمت اس طریقہ پر نہ کریں کہ اُن کے توکل میں فرق پڑ جائے ورنہ ایسی خدمت بجائے فائدہ کے دونوں کے ل ئے باعث نقصان ہے۔ چنانچہ روایت (126) میں یہی بیان موجود ہے جس کا آخری جملہ یہ ہے:-

"ہر کہ بخانہ شما بیاید او ایں معاملہ مکنید تا او را ایں عادت نہ شود۔"

ترجمہ:- جو فقیر تمہارے گھر آئے تم اس کے ساتھ ایسا طریقہ اختیار نہ کرو کہ اس میں ویسی عادت قائم ہو جائے۔

روایت ہے کہ حضرت مہدی علیہ السلام نے ایک دفعہ روٹی ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا کہ بندہ اور خدا کے درمیاں یہی پردہ ہے۔" (شواہد الولایت باب 36)

اہلِ فیض اور اہلِ ذوق اس فرمان کی اہمیت جان سکتے ہیں کیونکہ یہ فرمان بہت سارے اسرار کا حامل ہے۔ تدبیرِ شخص، تدبیرِ منزل، سیاستِ مدن وغیرہ دنیا کے تمام کاروبار میں روٹی ہی کی حکومت پائی جاتی ہے۔ جھوٹ، چوری، مکر وریا و قتل و جنگ و جدل تمام قبائح کا تعلق بھی اِسی سے پایا جاتا ہے۔ اگر روٹی کی ضرورت نہ ہوتی تو پھر دنیا میں کوئی حاکم ہوتا نہ محکوم، غاصب ہوتا نہ مغضوب۔ اِسی لئے اللہ تعالیٰ نے بعثتِ انبیاء، نزولِ صحائفِ الٰہیہ کو ضروری قرار دیا تاکہ ان کے ذریعہ انسان کی رہبری کی جائے کہ تم صرف روٹی کے لئے نہیں پیدا کئے گئے ہو۔ تمہاری عقل و تمیز اور تمہاری قوتِ اختیار اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتِ عظمٰی ہے جس کی وجہ تم اشرف المخلوقات کا درجہ حاصل کر سکتے ہو۔ اس نعمت کا صحیح استعمال یہ ہے کہ تم پابندِ احکام ہو جاؤ اور روٹی بھی احکامِ الٰہیہ کے تحت حاصل کرو۔

تقدیر کے پابند نباتات و جمادات ☆☆ مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

(اقبال)

اگر صرف روٹی کو اپنا مقصد قرار دے لوگے اور تعلیماتِ الٰہیہ کو نظر انداز کر دوگے تو یہ عقل و تمیز اور قوتِ اختیار کا غلط استعمال ہوگا جو کفرانِ نعمت ہے اور روٹی ہی تمہارا اِلٰہ قرار پائے گا۔ اور یہ حیوانیت سے بھی گرا ہوا مقام ہے کیونکہ حیوان اگرچہ صرف رزق ہی کی تلاش میں سرگرداں نظر آتے ہیں لیکن اللہ کی " تسبیح و تذکیر " سے غافل نہیں۔

كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهُ وَتَسْبِيحَهُ ۗ (سورۃ النور۔41)

ترجمہ:- (زمین و آسمان میں کا) ہر ایک اپنی نماز اور اپنے طریقۂ ذکرِ الٰہی سے واقف ہے۔

ہر تخلیق و ایجاد کا ایک مقصد ہوتا ہے مثلاً ریل کے انجن کی ایجاد پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس کا مقصد صرف ایندھن نہیں۔ کیوں کہ ایندھن تو حصولِ مقصد کا معاون ہے نفسِ مقصد نہیں۔ اگر انجن کی مصروفیت صرف کوئلہ پانی فراہم کرنے کی حد تک محدود رہ جائے تو یہ ضرورتِ ایجاد کے صریح مغائر بلکہ یقیناً باعثِ خسارہ ہوگا۔

اِسی طرح انسان اپنے ایندھن یعنی رزق کو صرف بقائے صحت و توانائی کا معاون سمجھے اور صحت و توانائی کا مقصد حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائی قرار دے کیوں کہ جس طرح حقوق اللہ ادا کرنا عبادت ہے اِسی طرح حقوق العباد ادا کرنا بھی عبادت ہے۔

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست (سعدیؒ) اِسی ل ئے حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا :- " کسب و تجارت کی اجازت تو ہے لیکن اجازت کی خصوصیت یہ ہے کہ کاسب وتاجر کی نیت یہ رہے کہ عبادت کر سکے۔اور احکام بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کے ل ئے اس میں قوت و توانائی رہ سکے۔ اور ڈرتا رہے کہ کہیں حرص و خیانت میں مبتلا نہ ہو جائے۔۔ الخ (روایت 62)

کائنات میں جو اللہ کے موجودات ہیں مثلاً زمین، سمندر، پانی، ہوا، ابر، بجلی، چاند، سورج وغیرہ ان کے اعمال و خصوصیات اور ان کے باہمی ارتباط پر غور وخوص کیا جائے تو اس کا ایک مقصد انسان کے ل ئے رزق کی فراہمی بھی پایا جاتا ہے۔ اور یہ جدید ترقی یافتہ تحقیقات کا مسلمہ مسئلہ ہے اس کی توضیح کی ضرورت نہیں۔

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک در کار اند ☆☆ تا تو نائے بکف آری و بغفلت نخواری

ہمہ از بہر تو سر گشتہ و فرمانبر دار ☆☆ شرطِ انصاف نباشد کہ تو فرماں نہ بری

(سعدیؒ)

یعنی ابر و ہوا چاند و سورج اور آسمان سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں تا کہ تجھ کو ایک روٹی میسر آئے اور تو منعمِ حقیقی سے غافل رہ کر نہ کھائے اور یہ سب جب کہ تیرے ہی ل ئے سر گشتہ اور فرمانبر دار ہیں۔اور تو فرمانبر دار نہ ہو تو یہ شرطِ انصاف کے خلاف ہے۔

مقامِ غور ہے کہ انسان اپنی جدوجہد کو حصولِ رزق کا سبب سمجھتا ہے۔حالانکہ یہ امر صرف ان اسباب ووسائل کی حد تک محدود ہے۔جو اس کے اختیار میں ہیں اس سے آگے بجز توکل کے چارہ نہیں ہوتا۔ مثلاً زمین، جو، تنا، تخم بونا۔کسان کے اختیار میں ہے اور وہ اس حد تک کوشش بھی کر لیتا ہے لیکن ہوا، پانی اور موسم کی موافقت وغیرہ اُمور اس کے اختیار سے باہر ہیں اس ل ئے قدرت ہی کی امداد کا بھروسہ کرنے پر مجبور ہوتا ہے جب یہ حقیقت ہے تو بعض مومنین کے قلوب، قدرت سے اس درجہ وابستہ ہو جانا اور اس درجہ نورِ یقین ان میں جلوہ گر ہو جانا کہ اپنے حدودِ اختیار میں بھی قدرت پر بھروسہ فرض قرار دے سکیں کوئی حیرت و تعجب کی بات نہیں اور فضیلت کی خصوصیت بھی یہی ہے کہ حدود و اختیار ہی میں جذبۂ عشق و محبت کار فرما ہو جائے ورنہ مجبوری و معذوری کی حالت میں قدرت کی طرف توجہ کرنا تو ہر مجبور و غرض مند آدمی کا لازمہ ہے۔!!!

حاصلِ کلام یہ کہ روٹی کا مقصد بقائے صحت و توانائی ہے اور صحت و توانائی کا مقصد ذکر عبادتِ الٰہی ہے تا کہ باطن کھل جائے اور انوار و تجلیات کے ظہور سے مشرف ہو سکے۔

ہر کہ کاہ و جو خورد قرباں شود ☆☆ ہر کہ نورِ حق خورد قرآں شود

(اقبالؒ)

بلکہ توکل کا اس سے بھی بلند ترین مفہوم وہ ہے جو ذیل کی روایات میں بیان کیا گیا ہے کہ:-

بندگی میراں علیہ السلام فرمودند کہ توکل بر نان است آں توکل نیست کہ نانی را خدائے تعالیٰ وعدہ کردہ است۔ "وَمَا مِن دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا۔۔ الخ (سورۃ ھود۔6) " ایں وعدۂ خدا است اگر بوعدہ ایمان داری مومن ہستی و گرنہ کافر ہستی۔ (انصاف نامہ باب 6) فرمودند کہ توکل آنست کہ بر ذاتِ خدائے تعالیٰ توکل کنی و شب و روز دریں طلب باشی کہ کدام وقت خدائے تعالیٰ را بیابم (انصاف نامہ باب 6)

ترجمہ:- حضرت مہدی علیہ السلام نے فرمایا کہ توکل وہ نہیں ہے جو رزق کے لئے کیا جائے کیونکہ رزق کے متعلق تو خدائے تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ کوئی جاندار زمین و آسمان میں ایسا نہیں جس کا رزق خدا پر نہ ہو۔" یہ وعدہ خدا کا ہے اگر اس وعدہ پر تو ایمان رکھے گا تو مومن ہے ورنہ کافر۔

اور فرمایا کہ توکل تو وہ ہے کہ خدا کی ذات کے لئے (خدا پر) بھروسہ کرے اور رات دن اسی طلب میں رہے کہ کس وقت خدا کو پاؤں گا۔

اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ رزق کی نسبت سے خدا پر بھروسہ کرنا بھی ایک گونہ غیر اللہ کی وابستگی کا حکم رکھتا ہے اس لئے اپنی فکر و توجہ اس جانب سے بھی بے نیاز ہو کر صرف طلبِ مولیٰ میں محو و مستغرق ہوجانا چاہئے۔

بر مقام خود رسیدن زندگی است ☆☆ ذات را بے پردہ دیدن زندگی است

مردِ مومن در نماز و باصفات ☆☆ مصطفیؐ راضی نہ شد الا بذات

(اقبال)

اللہ کی ذات سے وابستگی قائم رکھنے کے لئے امامنا علیہ السلام نے فتوح دینے اور لینے والے دونوں پر اللہ کا نام اور اس کا خیال لازم قرار دیا ہے۔ اسی لئے جب تک اللہ کے نام سے کوئی چیز پیش نہ ہو قبول نہ کی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَن يَضِلُّ عَن سَبِيلِهِ ۖ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝117 فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ۔۔۔ الخ (سورۃ الانعام 117-118)

ترجمہ:- بے شک ترا رب وہ ہے جو اس شخص کو خوب جانتا ہے جو کہ اللہ کے راستے سے گمراہ کر دیتا ہے۔اور اللہ ان لوگوں کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت کے راستے پر چلنے والے ہیں۔ جس چیز پر اللہ کا نام یاد کیا گیا ہو وہ چیز کھاؤ۔ اگر تم اللہ کی نشانیوں پر ایمان لائے ہو۔ اور تمہارے لئے کیا ہے کہ وہ چیز نہ کھائیں جس پر اللہ کا نام یاد کیا گیا ہو۔

وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ (سورۃ الانعام۔121)

ترجمہ:- اور وہ چیز نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام یاد نہ کیا گیا ہو۔بے شک وہ فسق ہے۔

اس آیت کو مفسرین وفقہاء نے اگر چہ ذبیحہ سے مخصوص کر دیا ہے یعنی جس حلال جانور کو ذبح کیا جائے اللہ کے نام سے ذبح کیا جائے ورنہ اس کو کھانا نہیں چاہئے۔ یہ تفسیر غلط نہیں ہے ہم بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں لیکن آیت میں جو مفہوم عام ہے اس کو مقید کرنا "المطلق یجری علی اطلاقہٖ" کے مغائر سمجھتے ہیں کیونکہ آیتِ شریفہ میں

"مِمَّا" آیا ہے جس کے معنی "جو چیز" ہیں اور یہ لفظ عمومیت پر دلالت کرتا ہے۔اس لحاظ سے ہر وہ چیز کھانے سے احتراز آیت کے حکم میں داخل ہو گا جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو۔اور اسی لئے ہر مومن کھانے سے پہلے بسم اللہ ضرور کہتا ہے۔ اور چونکہ حلال جانور بھی کھانے کے لئے ہی ذبح کرتے ہیں اس لئے ذبح کے وقت بھی اللہ کا نام لیا جانا ضروری ہے۔ اور یہ اس لئے بھی ضروری ہے کہ جو لوگ بت وغیرہ غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں ان کے مقابلہ میں اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ کوئی جانور ذبح ہو سکتا ہے تو صرف خالقِ برتر ہی کے لئے اور اسی کے حکم کے تحت ذبح ہو سکتا ہے۔ قاعدہ ہے کہ عام میں خاص شامل رہ سکتا ہے لیکن خاص میں عام شامل نہیں رہ سکتا۔اس لئے جو حکم عام ہو اس کو عام ہی رکھنا چاہئے اس طرح کہ اگر کوئی خاص حکم داخل کرنا ہو تو داخل کیا جاسکے۔ حاصل یہ کہ مذہبِ مہدویہ کہ رو سے فتوح دینے والے اللہ کے نام سے دیتے ہیں اور جب تک اللہ کا نام نہ لیا جائے لینے والے قبول نہیں کرتے۔ اس کی وجہ حَسَن کو اہلِ ظاہر و اہلِ باطن دونوں جان سکتے ہیں۔کیوں کہ یہ اصولِ توکل کے لئے ضروری ہے تاکہ رازق و کفیلِ حقیقی پر سے طرفین کی نظر نہ اٹھنے پائے۔ اور دینے والے میں تفاخر یا کبر وغرور اور لینے والے میں غیر اللہ سے عجز و نیاز کا جذبہ نہ پیدا ہونے پائے۔

بندۂ حق بے نیاز از ہر مقام ☆☆ نے غلام اُو را نہ اُو کس را غلام

رسم و راہ و دین و آئینش ز حق ☆☆ زشت و خوب و تلخ و نوشینش ز حق

(اقبال)

غرض توکل کے بیان میں حصولِ رزق کے متعلق ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ مدارج کا بیان ہو چکا اور یہ ہر ایک کے معیارِ ایمان اور قوتِ صبر و توجہ الی اللہ پر منحصر ہے۔ وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْم۔